فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فتاویٰ یسئلونک

دارالافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

شمارہ 68 | جمعۃ المبارک 27 شوال المکرم 1441ھ 19 جون 2020ء

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- بالمشافہ: سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔
- بذریعہ ویب سائٹ: www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- بذریعہ برقی مراسلہ: ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- بذریعہ واٹس ایپ: 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

نوٹ: جوابات / فتاویٰ سوالات موصول ہونے کی ترتیب سے ارسال کیے جاتے ہیں۔

دارالافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1، گلستان جوہر، کراچی

سوال: مجھے گیس کا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے نماز پڑھنا، قرآن کی تلاوت کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اسی طرح میرا باڈی ٹمپریچر کا بھی مسئلہ ہے کہ مجھے بہت زیادہ سردی لگتی ہے، مجھے پانی میں ہاتھ ڈالنا برتن دھونے کے لیے یا کسی بھی مقصد کے لیے انتہائی دشوار لگتا ہے، پھر آج کل جیسے مستقل نزلہ وغیرہ ہے تو اور بھی مصیبت ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اکثر نمازیں فوت ہو جاتی ہیں، پھر ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ پیشاب لیک ہو جاتا ہے کھانسی، ہنسی، چھینک وغیرہ کے دوران، جس کی وجہ سے مستقل میں ایک عجیب وغریب ٹینشن کا شکار رہتی ہوں پاکی اور ناپاکی کے مسئلے میں، کیونکہ کپڑے اور جسم اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: صورت مسئولہ میں اگر سائلہ کو وضو توڑنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز مثلاً قطرہ، ریح، خون وغیرہ مسلسل آتا رہتا ہے اور ایک نماز کے مکمل وقت میں سے اتنا وقت بھی نہیں ملتا کہ وہ وضو اور پاکی کے ساتھ اس وقت کی فرض نماز ادا کر سکے تو وہ شرعاً معذور ہے۔

معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد نیا وضو کر کے پاک کپڑا پہن کر یا جس جگہ پر نجاست لگی ہے اس کو دھو کر فرض، واجب، سنن ونوافل جو چاہے پڑھ سکتی ہے لیکن اگر پیشاب کے قطرے رکتے نہ ہوں تو کپڑے دھونے کی ضرورت نہیں۔ جب تک اس نماز کا وقت باقی رہے گا وضو توڑنے والی چیز کے جاری رہنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ اس وضو توڑنے والی چیز کے علاوہ دوسری وضو توڑنے والی چیز پائی جانے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر نماز کے مکمل وقت میں عذر نہیں رہتا، بلکہ کچھ وقت ختم بھی ہو جاتا ہے تو یہ سائلہ شرعی طور پر معذور نہیں کہلائیں گی اور پھر ہر نماز کے لیے مکمل پاکی حاصل کرنا ضروری ہوگا یعنی جتنی بار بھی وضو ٹوٹے اتنی بار وضو کرنا اور کپڑوں کو پاک کرنا ضروری ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ پیشاب کے مقام پر کوئی کپڑا وغیرہ رکھ لیں اور نماز کے وقت اس کپڑے کو دھو کر بدن کو پاک کر کے نماز ادا کریں۔ باقی سردی وغیرہ میں پانی کا استعمال مشکل ہو تو گرم پانی استعمال کریں لیکن اگر پانی کا استعمال کسی طرح ممکن نہ ہو یا پانی کے استعمال سے کسی بیماری کا خوف ہو تو ایسی صورت میں ہر نماز کے لیے تیمم کرنا جائز ہوگا۔

(وصاحب عذر من به سلس) بول لا يمكنه إمساكه (أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة) أو بعينه رمد أو عمش أو غرب، وكذا كل ما يخرج بوجع ولو من أذن وثدي وسرة (إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلي فيه خاليا عن الحدث. (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في احكام المعذور)

(وحكمه الوضوء) لا غسل ثوبه ونحوه (لكل فرض)... (ثم يصلي) به (فيه فرضا ونفلا) فدخل الواجب بالأولى (فإذا خرج الوقت بطل) أي: ظهر حدثه السابق. (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب في احكام المعذور)

سوال: مشکوۃ اور ابوداود کے حوالے سے ایک روایت ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسافر کے پاس ایسی سواری ہو جو اس کو منزل مقصود پر پہنچا دے تو وہ روزہ رکھے۔ کیا ایسی کوئی حدیث ہے؟ اگر ہے تو اس کی وضاحت بھی فرمادیں۔

جواب: سوال میں مذکور روایت مشکوۃ شریف میں ابوداود شریف کے حوالے سے ان الفاظ سے منقول ہے:

وعن سلمة بن المحبق قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من كان له حمولة تأوي إلى شبع فليصم رمضان من حيث أدركه». رواه أبو داود (مشكاة المصابيح ١/٦٢٩)

ترجمہ: ”حضرت سلمہ بن محبق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس سواری ہو جو اس کو اس کی منزل مقصود تک لے جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ رمضان کا روزہ رکھے“۔

اس حدیث کے بارے میں شراح حدیث نے فرمایا کہ اس حدیث

میں جو امر ہے وہ استحباب پر محمول ہے یعنی اگر کسی کے پاس سواری ہو اور سفر میں کوئی مشقت نہ ہو تو اس کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ وہ روزہ رکھ لے، کیونکہ مسافر کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، لیکن پھر بھی بہتر یہ ہے کہ وہ روزہ رکھ لے۔

قال الطیبی: الأمر فیہ محمول علی الندب والحث علی الأولی والأفضل للنصوص الدالة علی جواز الإفطار فی السفر مطلقا

(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح ۴/۱۴۰۲)

سوال: ایک صاحب نے اپنے درس میں ایک روایتِ حدیث بیان کی ہے جس کی اِسنادی حیثیت کی بابت دریافت کرنا ہے:

اُنہوں نے اپنے درس میں فرمایا کہ: ''نبی ﷺ نے فرمایا (بروایت حضرت عائشہ) کہ ہم جنت میں جائیں گے تو سامنے حور کھڑی ہوگی۔ پھر اللہ کہے گا یہ تیری حور ہے کیا یہ تمہیں پسند ہے تو بندہ کہے گا No Problem تو اللہ کہے گا تیری بیوی کو بلاؤں، تو بندہ کہے گا اللہ پچاس سال تو دنیا میں نکال لئے اور کتنے سال۔ پھر اللہ دوسری مرتبہ پوچھیں گے بیوی کو بلاؤں، پھر اللہ تیسری مرتبہ کہیں گے تو بندہ کہے گا کہ اے اللہ تو بار بار کہتا ہے تو بلالے، باقی مجھے تو اُسکی کوئی ضرورت نہیں۔ تو اللہ فرشتوں سے کہے گا پردہ اٹھاؤ، اِس کی بیوی کو سامنے لانا ہے۔ اللہ فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم جو خوبصورتی حور کو دی ہوگی اُس سے 70 گنا ہماری بیوی کو دی ہوگی۔ تو پردہ اٹھے گا تو اس کی بیوی آئے گی اور جب دیکھے گا کہ یہ حور سے بھی زیادہ خوبصورت ہے تو ہم لالچی ہیں بندہ کہے گا کہ پچاس سال تو اس کیساتھ دنیا میں گزار لیے اب اور گزارلوں گا اس کے ساتھ۔ براہ کرم مسئولہ حدیث کے بارے میں رہنمائی فرمائیں کہ یہ مستند ہے؟

جواب: مذکورہ روایت بعینہ ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی البتہ دیگر روایات سے دنیاوی عورتوں کا جنت کی حوروں سے افضل ہونا ثابت ہے۔

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنِسَاءُ الدُّنْيَا أَفْضَلُ أَمِ الْحُورُ الْعِينُ؟ قَالَ: «بَلْ نِسَاءُ الدُّنْيَا أَفْضَلُ مِنَ الْحُورِ الْعَيْنِ كَفَضْلِ الظِّهَارَةِ عَلَى الْبِطَانَةِ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ وَبِمَ ذَاكَ؟ قَالَ: «بِصَلَاتِهِنَّ وَصِيَامِهِنَّ وَعِبَادَتِهِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. المعجم الأوسط (۳/۲۷۹)

ترجمہ: ''(راوی کہتے ہیں) میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا جنت کی حوریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کی عورتیں افضل ہیں جنت کی حوروں سے جیسے ظاہری کپڑے کی فضیلت استر پر میں نے کہا اے اللہ کے رسول وہ کیسے تو فرمایا ان کی اللہ کے لئے نمازیں روزے اور دیگر عبادات کی وجہ سے''

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ آج کل جو حضرات کیٹل فارمنگ کر رہے ہیں، وہ اپنے کاروبار میں جب کسی دوسرے شخص کے مال سے جانور شامل کرتے ہیں تو ان سے یہ معاہدہ طے کرتے ہیں کہ اس جانور سے پیدا ہونے والا ایک بچہ وہ خود رکھیں گے اور اس کے عوض ماہانہ جانور پر ہونے والے اخراجات وصول نہیں کریں گے۔ اس طرح کا کاروباری معاہدہ درست ہے یا نہیں۔ اس طرح کے کاروباری معاملہ میں بہتر معاہدہ کیا ہونا چاہئے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب: جانور پر کیے جانے والے ماہانہ اخراجات کا اس جانور کے بچے سے تبادلہ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جانور پر کس قدر اخراجات آئیں گے یہ متعین نہیں، اور اس جانور کا بچہ جسے اجرت میں متعین کیا جارہا ہے وہ بھی فی الحال موجود نہیں۔ اس لیے یہ بیع المجهول بالمعدوم یعنی نامعلوم چیز کو غیر موجود چیز سے بیچنے کے مترادف ہے۔ جو از روئے حدیث ممنوع ہے۔ اس کی درست صورت یہ ہے کہ ادارہ مال لگانے والے شخص سے جانور کو پالنے کی ایک خاص اجرت ماہانہ یا سالانہ بنیادوں پر متعین کرلے، اور بعد ازاں جب اس جانور کا بچہ پیدا ہوجائے تو باہمی رضامندی سے متعین اجرت کے بدلے اس بچے کا تبادلہ کرلیا جائے۔

بخاری شریف میں ہے:

ابْنَ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ

صلی اللہ علیہ وسلم فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ. (بخاری، باب بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ) وشرط المعقود عليه ستة: كونه موجودا مالا متقوما مملوكا فی نفسه، وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه، وكونه مقدور التسليم فلم ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم كالحمل واللبن فی الضرع والثمر قبل ظهوره وهذا العبد فإذا هو جارية.

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (۴/۵۰۵)

وشرطها (الإجارة) كون الأجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة. (الدر المختار)

سوال: زکوٰۃ، صدقات، فطرہ اور قربانی کی کھالیں قریبی مستحقین کو دینا زیادہ افضل ہے یا دور کے دینی اداروں کو جیسے دار العلوم، بنوری ٹاؤن وغیرہ؟ ہم دور والوں کو دیں یا پھر قریبی مستحق لوگوں اور مستحق اداروں کو دیں؟

جواب: زکوٰۃ کے سب سے زیادہ مستحق وہ قریبی رشتہ دار ہیں، جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ دیگر صدقات تمام رشتہ داروں کو دیے جا سکتے ہیں اور رشتہ داروں پر خرچ کرنا اس لیے افضل ہے کیونکہ اس میں صدقہ کے ثواب کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا بھی ثواب ہے رشتہ داروں کے بعد سب سے زیادہ حقدار پڑوسی ہیں ان پر بھی خرچ کرنے میں صدقہ کے ساتھ پڑوسی کے حق کی ادائیگی کا ثواب ہے۔ نیز اشاعت دین کے لیے محنت و کوشش کرنا یا اشاعت دین میں اپنے آپ کو دن رات مصروف رکھنے والوں کی مالی مدد کرنا یہ بھی اشاعت دین میں حصہ ڈالنا ہے اور ظاہر ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے کام کرنا اللہ رب العزت کا کتنا محبوب ہے۔

لہذا زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اگر کوئی رشتہ دار مستحق زکوٰۃ ہو تو وہی سب سے زیادہ مستحق ہے ورنہ پڑوسی اور اگر پڑوس میں کوئی مدرسہ ہے تو اس کو دینا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں پڑوس اور اشاعت دین دونوں کا حق ادا ہو گا۔

وقيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى؛ لأنه صلة وصدقة. وفی الظهيرية: ويبدأ فی الصدقات بالأقارب، ثم الموالی ثم الجيران، ولو دفع زكاته إلى من نفقته واجبة عليه من الأقارب جاز إذا لم يحسبها من النفقة بحر وقدمناه موضحا أول الزكاة.

(الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (۲/۳۴۶)

(قوله: وقيل طلبة العلم) كذا فی الظهيرية والمرغينانی واستبعده السروجی بأن الآية نزلت وليس هناك قوم يقال لهم طلبة علم قال فی الشرنبلالية: واستبعاده بعيد؛ لأن طلب العلم ليس إلا استفادة الأحكام وهل يبلغ طالب رتبة من لازم صحبة النبی - صلى الله عليه وسلم - لتلقی الأحكام عنه كأصحاب الصفة، فالتفسير بطالب العلم وجيه خصوصا وقد قال فی البدائع فی سبيل الله جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى فی طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كان محتاجا. اهـ. (الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (۲/۳۴۳)

ختم شد